⊙ روبینہ یاسمین
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان
⊙⊙ ڈاکٹر فرزانہ کوکب
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

# تدریسِ اُردو کی مطبوعہ کتب کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ
## (ثانوی جماعتوں کے لیے)

**Abstract**:

Urdu is compulsory as well as optional subject for students till secondary level. At secondary school level the curriculum of Urdu is based on the best experiences and literature of their life. Their writings express the nature of mankind and experiences of life. Cultural heritage is transmitted through language and literature. Teaching of language is an art. Prose as well as poetry is also important part of Urdu curriculum. Grammar is an important part of language and without it teaching of any language is impossible. This article presents the research and critical analysis of the published books on Teaching of Urdu with special reference to the secondary level books.

**Keywords**:

Urdu, Teaching, Subject, Poetry, Prose, Curriculum, Syllabus

ثانوی سطح پر اُردو کی تدریس کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، نثر اور دوسرا حصہ نظم پر مشتمل ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ادب کی دو اقسام منظوم ادب اور نثری ادب ہیں۔ آج کے جدید دور میں تدریسِ ادب کا کیا جواز بنتا ہے؟ آج کے سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں اُردو ادب اور اس کی تدریس کیا معنی رکھتی ہے؟ اور کس لیے ضروری ہے؟ اس کے اہم مقاصد کیا ہیں؟ تدریس اردو کے لئے جو بنیادی اصول زیر بحث لائے جاتے ہیں ان کے اصول وضوابط اردو کی تدریس کے لئے رہنما اصول مہیا کرنے والی کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں۔ یہ کتابیں ایک طرح سے تدریسِ اردو میں سندی

دستاویز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ان کتابوں میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی ''تدریس اُردو''، سلیم فارانی کی ''اُردو زبان اور اس کی تعلیم''، پروفیسر جی۔ایم ملک کی ''تدریس اُردو''، ڈاکٹر ایس۔ایم منہاج الدین کی ''تدریس اُردو'' اور اسی طرح ایس۔ایم شاہد کی ''تدریسِ اُردو'' قابل ذکر ہیں۔اس تحقیقی پرچہ کی ذیل کی سطور میں ان مطبوعہ کتب کے حوالے سے ثانوی سطح کی تعلیم کے لیے فراہم کردہ اصول وضوابط کے پیشِ نظر تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیں گے۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی ''تدریس اُردو'' میں ثانوی سطح کی تدریس کے مقاصد ومعیارات اور ان کے حصول کو زیر بحث لایا گیا ہے یہ کتاب ابتدائی جماعتوں کے علاوہ ثانوی جماعتوں میں بھی اردو زبان کی تدریس کے ساتذہ کے لیے راہنمائی مہیا کرتی ہے۔

ان طریقوں سے اُردو تدریس کو آسان بنیادوں پر استوار کر کیا جا سکتا ہے۔جبکہ سلیم فارانی کی کتاب ''اردو زبان اور اس کی تعلیم'' میں شامل مضامین اردو کے مدرس کو عمدہ راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔محولہ بالا دونوں کتابوں کے بعد ڈاکٹر ایس۔ایم۔منہاج الدین کی کتاب ''تدریس اُردو'' خالصتاً امتحانی ضروریات کے پیشِ نظر لکھی گئی، ڈاکٹر ایس۔ایم۔منہاج الدین اس کتاب کی ضرورت کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''درسی کتب کے نہ ہونے کی وجہ سے تدریسی کے دوران مجھے محنت بھی بہت زیادہ کرنا پڑی اور بار بار طلبہ کو بتانا پڑا کہ اس موضوع پر فلاں کتاب پڑھے اور اُس موضوع کے لیے فلاں کتاب دیکھیے باقاعدہ طلبہ کے لئے بھی اُن کتابوں تک رسائی آسان نہیں رہے پرائیویٹ طلبہ ان بیچاروں کا کون پُرسانِ حال ہوان کے لئے تو کتابوں کا حاصل کرنا جوئے شیر لانے سے بھی مشکل کام تھا۔درسی کتاب یا موادِ مطالعہ کی عدم دستیابی درحقیقت ان کے فیل ہونے کا حقیقی سبب تھی۔''(۱)

جی ایم ملک کی کتاب ''تدریس اُردو'' میں بھی اُردو کی تدریس کے متعلق بہت سے مضامین ایس۔ایم۔منہاج الدین کی کتاب ''تدریس اُردو'' سے یکسانیت رکھتے ہیں۔اُردو کو بحیثیت مضمون کی حیثیت کے حوالے سے جی ایم ملک لکھتے ہیں:

> ''یہ پریشان کُن بات ہے کہ ہمارے ہاں ایک عام استاد زباندانی کے تقاضوں سے آشنا نہیں اسی صورت میں مؤثر ابلاغ اور تدریس کس طرح ممکن ہے جب استاد کا یہ حال ہو تو ہم شاگردوں سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اساتذہ کے تربیتی اداروں میں اُردو زبان وادب کو لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جاتا ہے۔''(۲)

اُردو نصاب میں ایسی دلچسپ تحریروں کے پڑھنے کے شوق کو پروان چڑھنا اور اس کی نشوونما کرنا تدریس اُردو ادب کے ذریعے طالب علموں میں دلچسپ تحریروں کے پڑھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اس کی بدولت طالب علموں میں زبان وبیان کی بہترین اشکال سے آشنا ہو جاتے ہیں بلکہ اپنے ماضی الضمیر مؤثر انداز بیان کو مؤثر اور دلکش بنانے میں بھی دوسرے علوم و فنون کے طالب علموں سے زیادہ کامیاب ہو جاتے ہیں۔انھی کی بدولت انسانی زندگی اور انسانی فطرت کو سمجھنے سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اخلاقی اقدار کی تبلیغ وترویج کی جاتی ہے۔اس طرح ثقافتی ورثے کی ترسیل اُردو ادب کے ذریعے پوری دنیا میں پھیل سکتی ہے۔ثقافتی ورثہ سے مراد کسی قوم کی زندگی کے تمام طور طریقے ان کا رہن سہن، خوراک، لباس اور کھیل، تقریبات، تہوار اور مذہبی تہوار معاشرتی توہمات اس کے رسم ورواج اور اس کے اصول وضوابط ہیں۔

کسی بھی زبان کی تدریس ایک اہم فن ہے۔جس قدر زبان کا علم رکھنا ضروری ہے اسی قدر فن کی تدریس سے

واقفیت اور آ گاہی کا ہونا بے حد ضروری اور اہم ہے۔طریقہ تدریس ہر جماعت میں تبدیل ہو جاتے ہیں جو طریقہ تدریس ابتدائی جماعتوں کے اہم ضروری مفید ہے وہ ثانوی سطح کے لیے موزوں نہیں ہو سکتے۔ابتدائی جماعتوں سے وسطانی جماعتوں تک طالب علموں کو زبان کے چار پہلو بولنا، پڑھنا، لکھنا اور سمجھنا کی تربیت پا چکے ہوتے ہیں۔طالب علموں کی لسانی عادات بن چکی ہوتی ہے ثانوی سطح پر وہ اُردو زبان کے طور پر پڑھنا چاہتے ہیں۔نثر کی تدریس کا پہلا مقصد ہے کہ طالب علموں کو اردو عبارت کے صحیح طور پر پڑھنے کے قابل بنانا ہے۔جب طالب علم کوئی عبارت پڑھے تو ساتھ ساتھ تفہیم عبارت پر بھی زور ہوتا ہے۔جو کچھ عبارت میں موجود ہو طالب علم کے ذہن نشین کرنا بھی ضروری ہے۔کتاب کے اکثر سبق معلوماتی ہوتے ہیں اور کئی سبق اپنے اندر اخلاقی قدریں چھپائے ہوئے ہوتے ہیں۔نثر کے جو بھی پہلو اور جو بھی حقائق یا موضوع بیان کیے جا رہے ہوں ان تمام کی پہنچ طالب علم کے ذہن تک ضروری ہے۔لسانی اعتبار سے تین باتیں بہت اہم ہیں: (۱) عبارت کو پڑھنا (۲) عبارت کی تفہیم (۳) نئی لسانی عادتوں کو اپنانا۔ان تمام مقاصد کے حصول کے لیے اقدام اختیار کرنا ضروری ہے۔محولہ بالا کتابوں کا تجزیہ کرتے ہوئے اگر ایس۔ایم۔منہاج اور جی۔ایم۔ملک کی کتابوں کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو یہ دونوں کتابیں اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں اور دونوں اپنے اپنے وسیع تر دائرے میں طلبہ کی مناسب راہنمائی کرتی ہے۔سلیم فارانی۔فرمان فتح پوری اور ایس۔ایم شاہد کی کتابوں میں پہلے زبان کی تاریخ اور تعارف کے بارے میں بات کی ہے۔اگر تدریس اُردو کی کتابوں کا جائزہ لیں ان مصنفین اُردو نے اُردو کی تدریس کے مقاصد کو کم بیش ایک ہی نوعیت کا بیان کیا ہے۔اس سلسلے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے ہے:

> ’’جہاں تک اُردو کی تدریس کا تعلق ہے اس کے لیے مدرسے کے اندر خوشگوار ماحول ہونا اشد ضروری ہے۔تحریری تقریری مقابلوں، ڈرامہ نویسی، مقالموں اور کھیلوں کے ذریعے زبان دانی کی جائے ہر جماعت کے تقاضوں اور ان کی عمروں کے مطابق دیواروں پر چھوٹے چھوٹے اشعار اقوال زریں، لطیفے، چٹکلے وغیرہ کندہ کیے جائیں۔‘‘(۳)

مذکورہ اقدامات کو ذہن نشین رکھتے ہوئے اُردو کی تدریس کو کارآمد بنایا جا سکتا ہے۔یہ طریقہ تدریس نہ صرف اُردو بلکہ کسی بھی زبان کے لیے طریقہ تدریس کا کام آسان ہوگا۔ڈاکٹر عطش درانی لکھتے ہیں:

> ’’مڈل اور ثانوی نیز اعلیٰ سطح پر کئی طریقے استعمال میں آتے ہیں ان میں قواعد و ترجمہ کا طریقہ مباحثہ طریقہ، تفاعلی طریقہ براہ راست یعنی بلا واسطہ طریقہ اور منصوبہ طریقہ سب شامل ہیں۔‘‘(۴)

ثانوی سطح پر تعلیمی اداروں کے نصاب میں بڑا حصہ نظم کا ہوتا ہے جبکہ ثانوی درجوں سے اوپر میں نظم کی مختلف اصنافِ سخن کو شامل کیا جاتا ہے۔ہر صنفِ سخن کے مخصوص مقاصد اور منفرد اندازِ تدریس ہے۔مثلاً تدریسِ نظم کے عمومی مقاصد کے بارے میں ساجد حسین لکھتے ہیں:

> ’’طلباء میں اُردو و ثقافت کے مطالعہ کا شوق پیدا کرنا۔اُردو ادب کی قدر و قیمت کا جذبہ پیدا کرنا۔اپنے لطیف احساسات کے اظہار کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔شعر و شاعری کا شوق پیدا کرنا اور شعراء کے تخلیقی کارناموں کی قدر و قیمت سے آگاہ کرنا۔جذبہ استحسان کو فروغ دینا اور شعر فہمی کی صلاحیتوں کو بیدار کرنا۔طلبا کی تخلیقی صلاحیتوں کو بیدار کرنا۔‘‘(۵)

اگر چہ ان میں عمومی مقاصد تمام اصناف سخن میں یکساں ہوتے ہیں اور ہر قسم کے کلام کی تدریس کے لیے جو اشارات سبق تحریر کئے جاتے ہیں ان میں خصوصی مقاصد الگ اور منفرد ہوتے ہیں۔ ثانوی سطح سے نصاب میں غزل شامل ہوتی اور اعلیٰ ثانوی سطح تک اس کی تدریس کا عمل جاری رہتا ہے۔ ابتدائی جماعتوں میں غزل کی تعلیم غیر ضروری ہے اسی وجہ سے غزل کو ثانوی سطح کے نصاب میں شامل نہیں کیا جاتا ہے۔ آج کے دور میں غزل میں بڑی وسعت پیدا ہوگئی ہے۔ غزل میں ہر شعر دوسرے شعر سے بے نیاز ہوتا ہے۔ غزل میں جمالیاتی اظہار کا سانچہ اس سے شاعر کے داخلی احساسات کا پتہ چلتا ہے۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر:

> ''نظم کی تدریس کا اصل مقصد یہ ہے کہ بچوں کے جذبات کو متحرک کیا جائے ان میں نظم خوانی کا شوق پیدا کیا جائے الفاظ کے وطن و آہنگ کا احساس دلایا جائے شعر و ادب کے مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے۔ ان کی قوت تخیل کو فروغ دیا جائے اور قوت تخلیق کو ابھارا جائے اور بچوں پر کم و بیش وہی جذبات و احساسات طاری کرنے کی کوشش کی جائے جو نظم لکھتے وقت شاعر کے دل و دماغ پر جاری و ساری تھے یعنی نظم کی تدریس کا مقصد نثر کی طرح بچوں کے لیے صرف الفاظ اور معلومات فراہم کرنا نہیں بلکہ نظم کی تدریس کا اولین مقصد بچوں کی حس لطیف کو بیدار کرنا۔''(٦)

املاء کو درست لکھا جائے کہ املاء لفظوں کی صحیح تصویر کھینچنا ہے یا لفظوں میں حروف کو صحیح استعمال کرنا ہے۔ جیسے مہندی کی درست املا مھندی ہے، اگر لفظ منہ کا درست املاء مونھ یا منھ ہے صحیح تلفظ ہ۔ ھ ( نہ ) یعنی ن۔ ھ فرمان فتح پوری لکھتے ہیں:

> ''کسی لفظ کے بولنے میں جو آوازیں نکلتی ہیں صرف انہیں کا لحاظ رکھ کر اُس لفظ کو لکھا جائے اور غیر ضروری آوازوں کو تحریری عمل سے خارج کر دیا جائے مثال ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ: ہمارا اور شمع میں اور ع کی آوازیں، تالاب اور طالب میں ت اور ط کی آوازیں سالم، ثابت اور صادق میں ث۔ س۔۔۔''(٧)

ثانوی سطح پر تدریسِ انشاء نصاب کا اہم حصہ ہے۔ تدریس اردو میں انشاء کے دو اہم حصہ ہیں تحریری انشاء اور تقریری انشاء۔ تحریری انشاء کا تعلق لکھ کر خیالات کے اظہار جبکہ تقریری انشاء کا تعلق بول کر اظہار کرنے سے ہے۔ تحریر انشاء کی بجائے محض انشاء کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ قواعد زبان سیکھنے اور تدریس کے لیے راستے مشکلات دور ہو جاتیں ڈاکٹر فرمان فتح پوری اس بارے میں اپنی کتاب میں تفصیلاً بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''قواعد کے حامیوں کا دعویٰ ہے کہ قواعد ہمیں بولنا سیکھاتی ہے۔ اس دعویٰ میں بہت کم صحبت ہے اس کے اندازہ سے اس بات پر ایک نظر ڈالنے سے ہوسکتا ہے کہ بچہ بولنا کسی طرح سے سیکھتا ہے وہ غیر محسوس طریقے سے کس طرح لفظوں سے فقرے، فقروں سے جملے اور جملوں سے خیال بناتا ہے۔ پانچ برس کی عمر سے بچہ اپنے بڑوں سے باتیں سن کر اتنی اچھی زبان بولنے لگتا ہے کہ کوئی غیر ملک کا رہنے والا اتنی اچھی زبان بولنے کی ہمت ہی نہیں کرسکتا۔''(٨)

تحریری انشاء کی ایک مخصوص قسم مراسلہ نگاری بھی ہے مراسلہ نگاری معاشرتی لحاظ سے بڑی اہم ہے اور ثانوی جماعت کے طالب علموں کو اس لائق بنا دینا ضروری ہے کہ وہ اپنے معاشرتی تعلقات کو مراسلہ نگاری کے ذریعے مستحکم بنا سکیں مراسلہ نگاری میں خانگی، نجی سرکاری اور کاروباری خط و کتابت شامل ہے اس قسم کی انشاء کی مشقیں پانچویں جماعت سے شروع کر دی جائے تو بہتر ہے اور ثانوی جماعت کے طلباء میں مراسلہ نگاری کی اچھی خاصی صلاحیت پیدا ہونی چاہیے۔

اصل مقصد طالب علموں میں صحت زبان و بیان کے ساتھ مافی الضمیر کو بیان کرنے کی صلاحیت پیدا کرنا۔ اُردو ادب کو تخلیقی کاموں سے فروغ دینا۔ معین الدین لکھتے ہیں:

> ''انشاء کی عام طور پر تین صورتیں ہوتی ہیں یعنی تدریس عمل کے دوران استاد کو تین قسم کی انشاء کی وہ ہے جس سے روزمرہ کے کام میں استاد کو سابقہ پڑتا ہے یعنی جب وہ اُردو کی درسی کتاب پڑھاتا ہے تو ہر سبق کے آخر میں تھوڑا بہت تحریری کام بھی کرانا یا جملے میں خالی جگہوں کو پُر کرانا یا کسی کہانی کا خلاصہ لکھوانا انشاء کی اس قسم کو درسی انشاء کا نام دیا جاسکتا ہے۔ انشاء کی دوسری قسم وہ ہے جس کو مطلق انشاء کہا گیا ہے اس کے تحت کسی مقدرہ موضوع یا کسی خاص غرض سے تحریری طور پر اظہار خیال کرایا جاتا ہے جیسے واقعہ نگاری یا مضمون نگاری یا خط نویسی اور درخواست نویسی وغیرہ۔ انشاء کی تیسری قسم وہ ہے جس کا تعلق دیگر مضامین کی تعلیم سے ہوتا ہے۔''(۹)

قواعد کی تعلیم ہمارے ثانوی نصاب میں اس لیے شامل ہیں سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے اس سے طالب علموں میں قوت ارتکاز پیدا ہوتی ہے طالب علموں میں تخیل کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے شعر و ادب کی تفہیم و تحسین میں معاون ثابت ہوتی ہے لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے ثانوی سطح پر قواعد کی تعلیم بہت اہم اور ضروری ہے۔ تدریس اُردو کورس کوڈ ۶۴۹۴ میں مصنف لکھتا ہے:

> ''قواعد یا گرامر کی جامع تعریف یوں کی جاسکتی ہے قواعد زبان کی ساخت الفاظ کی اقسام ان کے باہمی ربط تراکیب اور جملوں میں ان ترتیب اور عمل سے تعلق رکھنے والے اصولوں اور ضابطوں کا نظام جس کے مطالعہ سے زبان کے صحیح استعمال کا شعور حاصل ہوتا ہے۔''(۱۰)

ثانوی سطح پر اُردو کا مضمون لازمی ہے جو ہر طالب کو پڑھنا لازمی ہے اس میں زبان اس کے عمل استعمال کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے اس کے علاوہ جو طالب علم اُردو ادب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے اعلیٰ اُردو کا اختیاری مضمون رکھا گیا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے بجا طور درست ہے مگر ایس۔ ایم۔ شاید اور سلیم فارانی کی کتابوں کا تقابلی جائزہ لیا جائے تو ان کتابوں کے اندر بھی ایسی ہی مباحث نظر آئیں گے۔ اس بارے میں سید معین الرحمٰن اپنے خیالات کا یوں اظہار کرتے ہیں:

> ''یہ طریقہ اس اعتبار سے کافی حد تک مفید ہے کہ معلوم سے نامعلوم کی طرف اقدامات کرتے ہیں جو کہ نفسیات اعتبار سے طالب علموں کے لیے کافی کارآمد ہے اگر استخراجی کی نسبت استقرائی طریقہ سے گرامر پڑوائی جائے تو طلبہ کا ذہن ہر وقت فعال رہتا ہے اور خود کر کے تعریف اخذ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ وہ اسے رٹا لگائے انداز بر بار کرے اس عمل میں طالب کا پورا اشتراک ہوتا ہے۔ اور جس سے اس کی دلچسپی بھی قائم رہتی ہے اور وہ نئی بات سیکھنے سے مسرت حاصل کرتا ہے۔''(۱۱)

ثانوی سطح پر اُردو کے طلبہ کے لیے لازمی مضمون کے ساتھ ساتھ اختیاری مضمون بھی رکھا گیا ہے۔ ثانوی سطح پر قواعد، علم البیان کا جو نصاب منظور کیا گیا ہے ان میں تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل، کنایہ، تلمیح، تضاد، حسن تعلیل، مراۃ النظر، تجنیس تام، اسم فاعل، اسم مفعول، اسم حاصل مصدر، محاورہ، رومرزہ، ضرب الامثال۔ اس نصاب میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے قواعد کی تدریس کے مقاصد کو واضح اور غیر مبہم انداز میں پوری تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائے۔ چنانچہ قواعد کے نصاب میں رسمی طور پر چند اصطلاحات لکھ دینے کی بجائے قواعد کے حقیقی ''زبان کے صحیح استعمال'' پر زور دیا گیا ہے۔ استخراجی طریقہ

تدریس اس میں طلبہ کو اصطلاح بنا کر اس کی تعریف لکھوائی یا پڑھائی جاتی ہے۔اس کے ساتھ دو چار روایتی مثالیں بتادی جاتی ہیں طالب علم کا فرض ہے اس اصطلاح اور اس کی تعریف اور مثالیں اسی طرح لفظ بلفظ رٹ لیے جیسا کہ استاد نے بتایا ہے۔قدیم طریقہ کے ساتھ جدید طریقہ تدریس یا قواعد کا استقرائی طریقہ تدریس۔معین الدین لکھتے ہیں:

''استخراجی طریقہ تدریس کے برعکس استقرائی طریقہ تدریس کی عام طور پر سفارش کی جاتی ہے اس کے تحت پہلے زبان وادب سے مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔مختلف مثالوں کے ذریعے اس کی تفہیم کرائی جاتی ہے۔اور پھر تعریف اور اصول اخذ کرائے جاتے ہیں ان تعریفوں اور اصولوں کو نئی صورت حال میں استعمال بھی کرایا جاتا ہے۔اس عمل میں طالب علموں کو ایک نقال آموز کار کا منصب ادا کرتا ہے اور نہ صرف بہتر طریقے سے قواعد کی تفہیم وادراک کرتا ہے بلکہ صحت کے ساتھ اس کا لسانی استعمال بھی کرتا ہے۔''(۱۲)

محولہ بالا تمام مباحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تدریس اُردو کی مذکورہ بالا کتابوں میں جہاں موضوعات مشترکہ ہیں وہاں چند جزوی نوعیت کے اختلافات بھی شامل بحث رہے ہیں۔ایسے موضوعات بھی ہیں جو اپنے اندر انفرادیت رکھتے ہیں جنھیں نے اپنی تحریروں میں شامل بحث رکھا ہے جن سے تدریس اُردو کی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

## حوالہ جات


۱۔ ڈاکٹر ایس۔ایم۔منہاج الدین ،۱۹۹۰ء،''تدریس اُردو''،ملتان: کاروان ادب،ص ۷
۲۔ جی۔ایم۔ملک،''تدریس اُردو''،لاہور: مجید بک ڈپو اُردو بازار،ص۳ (س،ن)
۳۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری''تدریس اُردو''،ص۱۹۰،۱۹۱
۴۔ عطش درانی،''تدریسیات اُردو''لاہور: اُردو سائنس بورڈ،ص ۲۷۵ صفحہ ۲۰۰۷
۵۔ سید ساجد حسین پروفیسر،۱۹۹۰ء،''اُردو اور اس کے تدریسی طریقے'' ص ۲۶۲
۶۔ فرمان فتح پوری ڈاکٹر،۲۰۱۸ء،''تدریس اُردو''لاہور: الوقار پبلی کیشنز،صفحہ ۲۵۶
۷۔ ایضاً،ص ۸۵
۸۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری''تدریس اُردو''،ص ۱۳۶
۹۔ معین الدین،۲۰۱۵ء''ہم اُردو کیسے پڑھائیں''،لاہور: زبیر بکس اُردو بازار لاہور ص ۱۱۳
۱۰۔ ۲۰۱۴ء''تدریس اُردو''کورس کوڈ ۶۴۹۴''،اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،ص ۱۷۲
۱۱۔ معین الرحمٰن،۲۰۰۹ء،''اُردو زبان کی تدریس''طبع سوم،،دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو،ص ۶۶
۱۲۔ معین الدین،۲۰۱۵ء،''ہم اُردو کیسے پڑھائی''،لاہور: زبیر بکس،ص ۱۲۴